www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی لاہور

مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ اور منکرین حدیث

عورت کی سربراہی کے بارے میں وارد حدیث رسول پر مغالطات کا ازالہ!

پاکستان جو دورِ حاضر میں اسلام کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ جب حالیہ انتخابات کے نتیجے میں ایک عورت حکومت کی سربراہ بنی تو عالمِ اسلام میں بے چینی قدرتی بات تھی۔ کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی سینتالیس ریاستوں میں صرف پاکستان ہی ایسی اسلامی ریاست ہے جس میں حکومت کی سربراہ ایک نوجوان عورت ہے۔ چنانچہ یہ مسئلہ پاکستان اور بیرونِ پاکستان علمی حلقوں میں موضوع بحث بنا کہ عورت کی سربراہی اسلام میں جائز نہیں۔ اور اس سلسلے میں قرآنی آیات کے علاوہ احادیث میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورت کی سربراہی کے بارے میں مذمت کی جن صورتوں کا ذکر ہوا ہے، وہ بھی پیش کی گئیں۔

مغربی الحاد کے علمبرداروں کو اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ ایک عرصہ کے بعد ان کی اقتدار تک رسائی ہوئی ہے۔ اس لئے انھیں علمائے دین کی ان تحریکوں اور فتووں کی بڑی تکلیف پہنچی ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ کتاب وسنّت کو اپنی دلیل کیوں بناتے ہیں۔ کیونکہ سیکولرازم کے نزدیک دین وشریعت مسلمانوں کا پرائیوٹ معاملہ ہے۔ اس کا اجتماعی امور اور سیاست میں کوئی دخل نہیں۔ لہٰذا انھوں نے علمائے دین کے فتووں کو یوں بے حیثیت کرنے کی کوشش کی کہ فتوے تو ایک سرکاری منصب ہے، جبکہ ان علماء کی سرکاری حیثیت کچھ نہیں۔ لیکن جب عالم اسلام کے مسلّمہ دینی قائد اور حرمین شریفین سمیت عرب دنیا کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ تعالیٰ جنھیں بلاشبہ دورِ حاضر کا شیخ الاسلام کہا جا سکتا ہے، نے بعض اہل علم کے سوال کے جواب میں اسلامی ملک کی سربراہی کے لئے عورت کے نااہل ہونے کا فتویٰ صادر کیا تو یہ سرکاری فتووں کی رٹ لگانے والے بڑے پریشان ہوئے

واضح رہے کہ شیخ ابن باز حفظہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان میں بینظیر کے وزیرِ اعظم بننے سے پہلے بھی کویت کے ہفت روزہ "المجتمع" کے سوال پر عورت کی سربراہی کے بارے میں اپنے اسی طرح کے فتویٰ کی تفصیل مع دلائل بیان کر دی تھی۔ ملتِ اسلامیہ کی ایسی نامور شخصیت اور عالمِ اسلام کے معتمد دیگر مُفتیان کے فتویٰ کا یہ اتفاق اسلام میں اجماع کی حیثیت رکھتا ہے۔

پاکستان میں مغربی الحاد کے ترجمانوں نے جب قرآنی آیات کی تفسیر احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعیّن ہو جانے کے بعد خود کو بے بس پایا تو احادیث کو ضعیف قرار دینے کی بھونڈی صورت اختیار کی حالانکہ کہاں فنِ حدیث کی مہارت کا شرف اور کہاں ان کی بے بصیرتی!

فنِ حدیث اُمتِ مسلمہ کا وہ امتیاز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دائمی اور ابدی ہونے کا زندہ جاوید معجزہ ہونا ثابت کرتا ہے۔ اس فن کے اندر قدم رکھتے ہی ایسے دانشوروں کی کیفیت یوں نظر آتی ہے جیسے کوئی پاگل کسی ڈاکٹر کی کرسی پر بیٹھ کر تشخیص وعلاج کے سلسلے میں اپنی (بیلیاں) مارنا شروع کر دے۔ اِن لوگوں کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری کی مشہور حدیث لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً - کی تحقیق کے سلسلے میں خیال آرائی پر ہنسنے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے ؛ لیکن جب ملک کی ثقافت کے ترجمان اخبار روزنامے بھی ایسی لایعنی تحریریں شائع کرنا شروع کر دیں تو پھر ایسی پرچھکوں کا سنجیدہ جائزہ لینے کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے کہ عوام کالأنعام اس بات سے بھی بسا اوقات دھوکا کھا جاتے ہیں کہ اس حدیث پر تنقید کا جواب کیوں نہیں دیا گیا ؟

اگرچہ قبل ازیں بعض جرائد نے عوامی انداز میں اس حدیث کی تضعیف کا جواب دینے پر خامہ فرسائی کی تاہم حدیث کا صحت وضعف ایک فنی مسئلہ ہے ۔ اس پر تبصرہ فنی اور اس کی اصطلاحات کی روشنی میں ہونا ہی مناسب ہے ۔

ہم سطورِ ذیل میں مذکورہ بالا حدیثِ بخاری کے بارے میں اسی انداز پر کچھ گذارشات پیش کرتے ہیں ۔ وَبِاللهِ التَّوفِيقُ ۔

٭ محدثین کے ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین جانچنے کے لئے بنیادی چیز وہ سلسلہ سند ہے جس کی بناء پر حدیث کی صحت وضعف کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے اس لئے منکرینِ سنت نے حدیث پر جرح کے لئے اسماء الرجال کی کتب نکال کر اس میں سے ان چیزوں کا انتخاب کیا ہے ، جس سے حدیث کے راوی مجروح قرار دیئے جا سکیں ۔ حالانکہ سلسلہ سند صرف راویوں کا نام نہیں ہوتا بلکہ روایت کرنے والا اور جس سے روایت کی جائے اور اُن کی روایت سے متعلقہ احوال اور روایت کی ہر درجے میں حفاظت کی متعلقہ تفصیلات بھی اس میں شامل ہوتی ہیں ۔ جیسے کوئی شخص طب کی کتابیں اٹھا کر بیماریوں کے تحت پیش کردہ علامات سے بیماریوں کی تشخیص کرنے سے ماہر طبیب نہیں بن سکتا ، اسی طرح راویوں کے حالات کا مطالعہ کرکے ان کا معتبر یا غیر معتبر قرار دینا بھی ہر شخص کا کام نہیں ۔ بالخصوص فنِ حدیث کی کتابوں میں احوالِ رواۃ کے سلسلے میں محدثین جو گفتگو کرتے ہیں وہ فنی زبان میں ہوتی ہے ۔ اس سے مراد وہی شخص صحیح سمجھ سکتا ہے جسے ان کی اِصطلاحات سے بھرپور واقفیت ہو ۔ جیسے ہم کسی بچے کو اگر یہ کہیں کہ یہ بچہ بڑا شیطان ہے تو اس کے معنی ہمیشہ یہ نہیں ہوتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہم نے اُسے بڑا جرائم پیشہ قرار دے دیا ہے ، کیونکہ کلام کی نزاکتیں اس کلام کے پس منظر سے واضح ہوتی ہیں ۔ لہٰذا ہر کلام کا مفہوم موقع و محل کے مطابق ہی سمجھ میں آسکتا ہے ۔

محدثین کے ہاں کسی راوی کے بارے میں ثِقَةٌ وَلَيْسَ بِحُجَّةٍ کا مفہوم ایک شخص فنِ حدیث سے نابلد یہ سمجھے گا کہ ولیس بحجۃ جرح کے مفہوم میں ہے ۔ حالانکہ محدثین کے ہاں یہ کلام جرح کے لئے نہیں تعدیل کے لئے استعمال ہوتی ہے ۔ اُن کی مراد لفظ ثقہ سے اعتماد ظاہر کرنے کے بعد ولیس بحجۃ سے یہ ہوتی ہے کہ روایت کرنے والا روایت میں معتبر ہونے کے باوصف فنِ حدیث میں اتھارٹی نہیں ۔ جیسے احمد بن حنبلؒ وغیرہ ائمہ راویانِ حدیث بھی ہیں اور فنِ حدیث کے مانے ہوئے ماہرین بھی ۔ اِنہی لیے اُن کے بارے میں ثقۃ حجۃ کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ۔ راویانِ حدیث کے طبقات کے سلسلے میں اگرچہ اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی کتب میں طبقات کی تفصیلات ملتی ہیں ، لیکن چونکہ مذکورہ حدیث بخاری کے بارے میں ناقدین نے حافظ ابنِ حجرؒ کی کتب اسماء الرجال کو مدار بنایا ہے ۔ اس لئے ہم بھی حدیث ہٰذا کے راویان کی جرح و تعدیل کی بحث میں ان کے الفاظ اور اِصطلاحات کا وہی مفہوم پیشِ نظر رکھیں گے جو وہ خود اپنی تقریب التہذیب سے پیش کرتے ہیں جو انھوں نے اپنی اسماء الرجال کی مشہور تصنیف کے مقدمہ میں ذکر کئے ہیں ۔

انھوں نے رواۃِ حدیث کے بارہ طبقات بنانے کے بعد ابتدائی چھ طبقات کی حدیث کو معتبر قرار دیا ہے ۔ جبکہ اگلے چھ طبقات ضعیف راوی شمار ہوتے ہیں ۔

صحیح بخاری کی حدیث لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ اِمْرَأَةً کی سند یوں ہے ۔

" حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ..."

سلسلۂ سند میں عثمان بن الہیثم ، عوف ، حسن اور ابوبکرۃؓ چار راوی ہیں ۔ اس سلسلے میں ناقدین کی جہالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھیں حسن کے ذکر سے اس بات کا بھی علم نہیں کہ یہ حسن نامی تابعی کون ہیں ؟

طلوعِ اسلام جس نے الشیخ ابن باز حفظہ اللہ کی دلیل کے طور پر پیش کردہ اس حدیث پر دسمبر ۱۹۸۸ء کے شمارے میں جاہلانہ گفتگو کی ہے ۔ وہ اپنی اشاعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنوری، فروری ۱۹۶۹ء میں اسی تابعی حسن کے بارے میں جب دیکھتا ہے کہ اس نام کے ایک سو انسٹھ ۱۵۹ راوی ہیں تو اس تابعی کو مجہول قرار دیتا ہے۔ حالاں کہ جس راوی کا تعین نہ ہو اس کو علم حدیث کی اصطلاح میں مبہم کہتے ہیں۔ مجہول تو وہ ہوتا ہے جس کا شخصی تعین ہو کر اس کے احوال سے بےخبری ہو۔ واضح ہو کہ یہ تابعی مشہور امام حضرت حسن بصریؒ ہیں۔ لیکن چونکہ محدثین کے ہاں مشہور ترین لوگوں کو نسبت کے بغیر ان کے صرف نام سے یا کسی کا صرف کنیت سے شہرت کی بناء پہ ذکر کرنا کافی ہوتا ہے، لہٰذا کوئی اسماء الرجال کی کتابوں میں بہت سے ناموں کو دیکھ کر مغالطہ کھا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے کتب اسماء الرجال میں محدثین نے راوی کے ساتھ اس کے شیوخ اور تلامذہ کے ذکر کرنے کا طریقہ بھی اختیار کیا ہے۔ آپ کو کسی راوی کے پہچاننے کے لئے جب بھی کوئی مشکل پیش آئے گی تو انہی کتب سے اس کے شیوخ اور تلامذہ کی فہرست سے راوی کا تعین ہو جائے گا۔ لیکن یہ طریقہ مبہم راویوں کے بارے میں مفید ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ جیسے مشہور ائمہ کے ذکر کیلئے "حسن" نام کا مطلق ذکر ہی کافی ہے۔ ہماری رائے میں "طلوعِ اسلام" کا حسنؒ کو نکرہ بتانا صرف مقصد برآری کے لئے تجاہلِ عارفانہ ہے۔

"طلوعِ اسلام" کا حضرت حسن بصری جیسے مشہور امام کو مجہول کہنا اس کی اپنی جہالت ہے۔ لیکن جرأت دیکھیے کہ اسے طلوعِ اسلام محدثین کا فیصلہ قرار دیتا ہے حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ البتہ یہاں ہم حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں ایک اور پہلو کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں، جس کی بناء پر محدثین اُن کی ان روایات کی تحقیق ضروری سمجھتے ہیں جو وہ ابوہریرہؓ، جابرؓ، ابنِ عباسؓ، اور ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے کرتے ہیں، کیونکہ ان کا سماع ان سے ثابت نہیں۔ لیکن ابوبکرہؓ سے اُن کی نہ صرف ملاقات ثابت ہے بلکہ حضرت حسن بصریؒ نے ان سے سماع بھی کیا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الفتن (بحوالہ فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۱) میں خود حضرت حسن بصریؒ کی صراحت موجود ہے:

وَلَقَدْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرَةَ۔ "یعنی بلاشک میں نے ابوبکرہؓ سے خود سنا ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لئے حافظ ابنِ حجرؒ زیرِ بحث حدیث کے بارے میں فتح الباری میں وضاحت کرتے ہیں کہ چونکہ حسن بصری کا سماع ابی بکرہؓ سے ثابت ہے اس لئے عن ابی بکرۃ کے الفاظ جن میں سماع کی صراحت نہیں، کا کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ کے استاد علیؒ بن المدینی کی صراحت تو خود صحیح بخاری (بحوالہ فتح الباری ج ۵ ص۳۶۱) میں موجود ہے۔

باقی رہا مسئلہ قدر کے بارے میں حضرت حسن بصریؒ پر اعتراض، تو وہ بعض اشخاص کی غلط فہمی تھی جو حضرت حسن بصریؒ کے کلام سے ہوئی۔ اسی لئے میزان الاعتدال[1] (ج ۱ ص۲۲۵) میں ذکر ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے اس غلطی سے رجوع کر لیا تھا اسلیے اسے لغزشِ زبان بھی کہا گیا ہے۔

اسی طرح تبع تابعی عوفؒ کے بارے میں "طلوعِ اسلام" کا رویّہ ہے۔ لیکن اس نے عوفؒ کو مجروح قرار دینے کے لئے کچھ اور کمزوریاں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض لوگ اُن کے اوپر تشیّع اور قدری ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ یہ دو الزام محدثین کے ہاں ایک قسم کی جرح ہیں جسے وہ بدعت کی اصطلاح سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن حافظ ابنِ حجرؒ نے ان سب الزامات کے باوجود ان کے لئے عوف الصّدوق کا لقب ذکر کیا ہے۔ اسی طرح احمدؒ بن حنبل انھیں صالح الحدیث قرار دیتے ہیں۔ ابو حاتمؒ صدوق اور صالح کہتے ہیں۔ ابنِ معینؒ اسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔ ابنِ حبانؒ نے بھی ثقات میں سے شمار کیا ہے۔

ص۱۶۶ میں امام نسائیؒ کی طرف سے ثقہ ثبت کے الفاظ بھی مذکور ہیں جو بہت بڑی توثیق ہے۔ ثبت کے الفاظ معتبر رواۃ کے اعلیٰ ترین طبقوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اگر صدوق اور صالح الحدیث کے الفاظ کی طرف بھی نظر کریں تو بھی حافظ ابنِ حجرؒ کے مذکورہ بالا معتبر رواۃ کے ذکر کردہ چھ طبقوں میں سے عوفؒ پانچویں طبقے کا راوی ہے جو بہر صورت ثقہ ہے۔ اس کے تشیّع وغیرہ بدعت کے بارے میں محدثین کا صحیح ترین مسلک یہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی حدیث اس کی بدعت کی مؤید نہ ہو، تو پھر ایسی بدعت کا وجود قادح نہیں ہوتا۔ جہاں تک تشیّع کا

[1] میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب جلد ۸۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ ہے عورت کے مقام کے سلسلہ میں شیعہ سُنیوں کی نسبت زیادہ اہمیت کے قائل ہیں ۔ کیونکہ اُن کی بنیاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت اور محبت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ وراثت میں پوتوں کے ساتھ نواسوں کو برابر رکھتے ہیں ۔ مگر اس بحث میں طوالت کی اس لئے ضرورت نہیں کہ "عوف" پر غالی شیعہ ہونے کا الزام کسی نے نہیں لگایا ۔ بلکہ لفظ تشیّع ان لوگوں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے جو اہلبیت سے زیادہ ہمدردی رکھتے تھے ۔

لہٰذا محدّثین کا انھیں نہ صرف معتبر راویوں میں شمار کرنا بلکہ حافظ ابنِ حجرؒ وغیرہ کا اس معمولی جرح کے باوجود اس حدیث کو صحیح قرار دینا خود اس بات کی دلیل ہے کہ ایسی معمولی جرح قادح نہیں ہو سکتی ۔

"طلوعِ اسلام" میں امام بخاریؒ کے شیخ عثمان بن الہیثم پر جرح کرتے ہوئے اس کی سچائی کے اعتراف کے ساتھ اس کا غلطیاں کرنا بھی ذکر کیا گیا ہے ۔ دراصل جرح و تعدیل کے سلسلے میں اصطلاحات کا ترجمہ اپنے مطلب کا بیان کرنے کی بجائے محدّثین کی اصطلاحات کو انہی کے الفاظ میں پیش کرنا درست ہوتا ہے ۔ کیونکہ محدّثین کے الفاظ صحت و ضعف میں راویوں کے طبقات کا بھی تعیّن کرتے ہیں ۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ۔ لیکن اُن کا ترجمہ اپنے مَن پسند الفاظ میں غلط فہمی کا باعث ہوتا ہے ۔

عثمان بن الہیثم کے بارے میں محدّثین نے ثقہ کہنے کے علاوہ صدوق کے الفاظ استعمال کئے ہیں جن کا ترجمہ بہت سچ بولنے والا ہے ۔ اگرچہ محدّثین نے اِس کے ساتھ اس کی بعض غلطیوں کی بھی نشاندہی کی ہے۵ ۔ لیکن ابو حاتمؒ نے واضح کیا ہے کہ عثمان اپنی آخری عُمر میں اپنی روایت کے لئے دوسروں کی تصحیح قبول کر لیا کرتا تھا اسی وجہ سے ابنِ حبانؒ نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے ۔ امام بخاریؒ نے بھی اس سے براہِ راست اور بالواسطہ روایت کی ہے ۔ امام احمدؒ کے پاس اس کا ذکر ہوا تو انھوں نے اس کے بڑے طبقہ رواۃ کی بجائے چھوٹے طبقہ رواۃ سے ہونے

۴ے فتح الباری ، ج ۱۲ ، ص ۱۸۱ ۵ے فنِ حدیث میں راوی سے معمولی غلطی ہو جانا ضعف کا باعث نہیں ہوتا ، کیونکہ نبی کے علاوہ معصوم تو کوئی نہیں ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف اشارہ کیا یعنی لیس بثبت کے الفاظ استعمال کئے۔ واضح رہے کہ طبقاتِ رواۃ میں ثبت کا دوسرا یا تیسرا طبقہ ہے۔ امام احمدؒ کی مراد یہ ہے کہ اس کا درجہ اس سے کم تر یعنی چوتھا یا پانچواں طبقہ ہے۔ تاہم یہ طبقہ معتبر راویوں کا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا۔

مذکورہ بالا دونوں راوی عثمان بن الہیثم اور عوف کے بارے میں ہم نے محدثین کے فنّی تبصرے کی روشنی میں ان کا شمار رواۃ کے معتبر طبقوں میں سے ہونے کا جو پہلو ذکر کیا ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان دونوں راویوں سے روایت کرنے والے بیشمار ثقہ لوگ ہیں جن میں بڑے بڑے ائمہ حدیث بھی شامل ہیں۔

تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۱۵۴ میں عثمان بن الہیثم سے روایت کرنے والوں میں امام نسائی، امام ابو حاتم رازی۔ امام ذہلی۔ امام محمد بن عبدالرحیم البزار۔ امام محمد بن خزیمہ البصری۔ اسماعیل سمویہ۔ اسید بن عاصم۔ محمد بن غالب تمتام۔ یعقوب بن سفیان، ابراہیم بن مرزوق۔ ابو مسلم الکشی الکدیمی۔ ابو خلیفہ فضل بن الحباب اور دیگر بہت سارے مذکور ہیں۔ اسی طرح عوف الاعرابی سے امام شعبہ۔ امام ثوری، امام عبداللہ بن مبارک امام یحیٰی بن سعید القطان۔ ابن علیہ۔ اسحاق الازرق۔ ہشیم۔ عیسٰی بن یونس غندر۔ مروان بن معاویہؒ۔ معتمر بن سلیمان وغیرہ ایک کثیر تعداد کے ناموں کا ذکر حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۱۶۶ میں کیا ہے۔

محدثین کے ہاں کسی کی توثیق کا ایک طریقہ جہاں الفاظ ہیں وہاں اُن سے روایت کرنے والوں کی تعداد اُن کی شخصیت کی توثیق کے لئے بطورِ دلیل استعمال ہوتی ہے۔ جیسا کہ مجہول و مستور وغیرہ کی مباحث میں معروف ہے۔ علاوہ ازیں رواۃ کو تقویت دینے کے لئے فنِّ حدیث کا ایک اہم طریق تابع[1] اور شاہد کی موجودگی

[1] تابع یا متابع کسی صحابی کی حدیث کی روایت کے لئے کسی دوسری تائید کرنے والی روایت کو کہتے ہیں۔ اگر اس حدیث کا صحابی بھی دوسرا ہو تو محدثین کے ہاں یہ دوسری حدیث شمار ہوتی ہے اس لئے وہ اسے شاہد سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ سننِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مدار صحابہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی گنتی بھی صحابہ کی نسبت سے کی جاتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے ۔ اس طریق کو اصطلاح میں اعتبار کہتے ہیں ۔ چنانچہ امام حسن بصری سے راوی عوف کی متابعت حُمیدالطویل اور دوسرے رواۃ کی ایک جماعت سے ثابت ہے جن کا ذکر مسند احمد اور بزار میں ملتا ہے ۔ اسی طرح حسن بصری کی متابعت عبدالرحمٰن بن جوشن سے ثابت[1] ہے ۔ جبکہ عثمان بن الہیثم کی متابعت سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۳۰۵ اور جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱ اور مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۳ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے ۔ حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کے سارے راویوں کی تائید دوسرے رواۃ نے بھی کی ہے ۔ لہٰذا حدیث کا معیار ثبوت کے اعتبار سے بلند تر ہوگیا ۔

اسی طرح ابوبکرۃؓ صحابی کے علاوہ ایسی حدیث جابرؓ بن سمرۃ صحابی سے بھی موجود ہے ۔ جسے مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۰۹ میں طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے ۔ یہ شواہد کے طور پر تائید کی مثال ہے ۔

حدیث کے رواۃ پر مذکورہ بالا اطمینان کے بعد ابوبکرۃؓ صحابی کے بارے میں کسی تحقیق کی ضرورت تو نہ تھی کہ "الصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ" کا اصول معروف ہے ۔ لیکن ناقدین کو تو حدیث ہٰذا کو کسی طرح ضعیف ثابت کرنا ہے ۔ اس لئے انھوں نے ابوبکرۃ صحابیؓ کو بھی نہیں چھوڑا ۔ حالانکہ صحابہ میں ابوبکرۃؓ کے علاوہ دیگر حضرات سے بھی یہ حدیث مروی ہے ۔ حوالہ اوپر دیا جاچکا ہے ۔ اگرچہ الفاظ کا تھوڑا بہت فرق ہے لیکن مفہوم وہی ہے ۔ الفاظ یوں ہیں :

لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ یَمْلِكُ رَأْیَھُمْ اِمْرَأَۃٌ[2] "یعنی وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس کے فیصلوں کا اختیار عورت کے ہاتھ میں ہو"

تاہم دورِ حاضر میں مستشرقین کے پھیلائے ہوئے شکوک کی وجہ سے صحابہؓ کو بھی اب اسی طرح کا سیاستدان شمار کیا جانے لگا ہے جس طرح کی گندی سیاست ہمارے ہاں چلتی ہے ۔ حالانکہ صحابہ کے اختلافات میں جو چیز نظر آتی ہے وہ اس سے بہت مختلف ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب خلافت کے بارے میں انصار کے مؤقف کو رد کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حدیث اَلْاَئِمَّۃُ

[1] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۸ ۔ اسے شیخ البانی نے ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل جلد ۸ صفحہ ۱۰۹ میں "واسنادہ جید" کہا ہے گویا یہ متابعت بھی صحیح ہے [2] مجمع الزوائد ۔ جلد ۵ صفحہ ۲۰۹ ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ قُرَیْشٍ پیش کی تو کسی نے حدیث پر اس وجہ سے جرح نہیں کی کہ اس سے ابوبکرؓ کے مؤقف کی تائید ہوتی تھی بلکہ اس حدیث کے پیش کرنے پر صحابہؓ بشمول انصار و مہاجرین ابوبکرؓ کی خلافت پر مطمئن بھی ہو گئے ۔ لہٰذا ناقدین کا ابوبکرۃؓ پر یہ طعن کہ انھوں نے جنگِ جمل میں حضرت عائشہؓ کی مخالفت کے لئے یہ حدیث پیش کی تھی ، ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ پر وضّاع ہونے کی تہمت لگانا ہے جو صحابی کو بہت غلیظ گالی ہے ۔ صحابہؓ کے بارے میں ایسا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ صحابہؓ میں ایسے لوگوں کا ذکر تو ملتا ہے جن سے بعض کبائر کا ارتکاب ہُوا اور ان پر حد بھی جاری کی گئی ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر حدیث گھڑ کے پیش کرنا بقول امام الحرمین کفر وارتداد ہے جو کسی کو صحابہؓ کے زمرہ سے خارج کر دیتا ہے ۔ لہٰذا صحابہؓ کے بعض گناہوں کے ذکر سے یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ مرتد بھی ہو سکتے ہیں ۔ تاریخ میں جن مرتدین کا ذکر ہے اُن میں ابوبکرۃؓ قطعًا شامل نہیں ۔ ارتداد اور فسق کا یہی فرق حضرت ابوبکرۃؓ کے بارے میں ایک دُوسرے واقعہ کے متعلق محدثین کے اس مؤقف کی تائید کرتا ہے کہ وہ ان صحابہؓ کی روایت کو کیوں معتبر جانتے ہیں جو قذف کے جرم میں ملوّث ہُوئے یا اُن پر قذف کی حد بھی جاری ہُوئی جیسے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں میں مشہور شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت حسّانؓ بن ثابت، نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی سالی حمنہؓ بنت جحش اور حضرت ابوبکرؓ کے بھانجے مسطحؓ کا معاملہ ہے جن کی روایت محدثین کے ہاں بالاتفاق معتبر ہے ۔ اسی طرح حضرت ابوبکرۃؓ کے بارے میں مغیرۃؓ بن شعبہ پر زنا کی گواہی دینے والوں میں ابوبکرۃؓ بھی شامل تھے ۔ جو چوتھے گواہ زیاد کے "تذبذب کی وجہ سے صرف اس لئے حدِّ قذف کے مستحق بنے کہ حتمی طور پر چار گواہوں کا بیان یکساں نہ تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ شہادتیں گزرنے کے بعد مغیرہؓ بن شعبہ نے حضرت عمرؓ سے جب یہ کہا کہ مجھے اِن غلاموں سے بچائیں تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ چپ رہو، اگر چوتھی بھی مکمل ہو جاتی تو اللہ کی قسم ہم تمھیں سنگسار کر دیتے ۔

۵۱ ملاحظہ ہو تاریخ الکامل جلد ۲ صفحہ ۳۴۵-۲۶۹ ، تاریخ طبری جلد ۲ کا حصہ ۴ صفحہ ۳۰۷، ۳۰۸ ۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ صفحہ ۸۱ تا ۸۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغیرہؓ بن شعبہ پر گواہی دینے والوں کو حدِ قذف جاری کی گئی اس سے یہ بات واضح ہے کہ اُن پر حد کا جاری کرنا صرف اس بنار پر تھا کہ وہ چار گواہ پورے نہ ہو سکے ورنہ ان گواہوں کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کوئی دیگر کارروائی عمل میں نہ لائی گئی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے زیاد کو چھوڑ کر نافع بن الحارث، شبل بن معبد اور ابو بکرہؓ پر حد جاری کی تو اس کے بعد تینوں سے فرمایا کہ تم اپنے اس فعل سے توبہ کر لو تاکہ آئندہ تمھاری گواہی قابلِ قبول ہو تو ابو بکرہؓ نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں صرف اس لئے توبہ کروں کہ میری شہادت قبول کی جاتے۔ میں تو اب کبھی بھی فریقین کے کسی جھگڑے میں گواہی نہیں دوں گا[1]

اس سے معلوم ہوا کہ "طلوعِ اسلام" کا یہ سفید جھوٹ ہے کہ حضرت عمرؓ چھوٹے چھوٹے دُنیاوی معاملات تک میں ابو بکرہؓ کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ ابو بکرہؓ نے اس واقعہ کے بعد گواہی دی ہی نہیں کہ اُن کی گواہی قبول کرنے یا نہ کرنے کا سوال اُٹھے بلکہ ابو بکرہؓ ہمیشہ گواہ بننے سے بچتے تھے[2]

علماء نے جرم قذف کے مرتکب کے بارے میں بحث کرتے ہوئے اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ صرف حد جاری ہونا بھی کفارۂ گناہ ہے۔ کیونکہ حد جاری ہونا بھی توبہ کی ایک شکل ہے۔ لہٰذا ابو بکرہؓ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا کی اُستثنار میں آجاتے ہیں۔ کئی فقہار حد جاری ہونے کو توبہ کی جگہ دیتے ہیں۔ ابن قیمؒ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں فرمانِ رسولؐ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ (بخاری) بطورِ دلیل پیش نظر رہے۔ ابنِ قیمؒ نے التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ حدیث پیش کی ہے[3]

علاوہ ازیں مقدمات میں گواہی دینا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی روایت کرنا اِن دونوں کے لئے اشخاص کی صفات کا فرق اصولِ فقہ میں معروف ہے۔ مثلاً روایت میں عورت و مرد کی روایت کا کوئی فرق نہیں۔ جبکہ شہادت میں عورت و مرد کا فرق نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ لہٰذا روایتِ ابو بکرہؓ کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے مسئلہ کو اُن کی شہادت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے

---

[1] اسد الغابۃ جلد ۶ ص۳۸ [2] اعلام الموقعین جلد ۱ ص۱۳۲۔

[3] ملاحظہ ہو اعلام الموقعین جلد ۱ ص۱۳۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ابوبکرہؓ کی روایت کے قبول کرنے پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے جس کی صراحت حافظ ابنِ قیمؒ نے اِن الفاظ سے کی ہے: وَقَدْ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی قُبُوْلِ رِوَایَۃِ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ[1]۔ اسی بنا پر امام بخاریؒ نے قصہ ابی بکرہؓ پر اظہار اعتماد کے باوجود اپنی صحیح میں اُن کی متعدد روایات ذکر کی ہیں۔

ہم نے ابوبکرہؓ کے سلسلے میں جن دلائل کا ذکر کیا ہے وہ ناقدین کے مغالطوں کے ازالہ کے لیے ہے۔ ورنہ جابرؓ بن سمرہ کی دیگر مستقل حدیث کی تائید کی وجہ سے ابوبکرہؓ کی حدیث کو جو تقویت ملتی ہے، مندرجہ بالا سطور میں ہم اِسے پیش کر چکے ہیں۔ اس طرح یہ صرف ایک حدیث نہیں دو حدیثیں ہوئیں جن کے طرق متعدد ہونے کی وجہ سے ان کی بیشمار روایات بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کی تخریج مسانید اور سُنن قسم کی کتابوں کے علاوہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اور یہ بخاری میں دو جگہ روایت کی گئی ہے۔

مرویاتِ صحیح بخاری کے سلسلے میں محدثین کا اتفاق ہے کہ وہ صحت کے اعلیٰ درجے پر ہیں کیونکہ اُن کے لئے صرف یہی بات کافی نہیں کہ وہ امام بخاریؒ کی دقیق ترین تحقیق پر پوری اُتری ہیں بلکہ صحیح بخاری کے منظرِ عام پر آنے کے بعد اس کی ایک ایک روایت کی پرکھ کے لئے محدثین معرکہ آرائی کرتے رہے۔ جس کے نتیجے میں نہ صرف یہ روایات دیگر محدثین کی تائید سے قبولیت[2] کا اعلیٰ مقام حاصل کر گئیں بلکہ محدثین نے صحیح بخاری کو اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ قرار دیا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر تمام محدثین کا اتفاق ہے، کہ ان دونوں کی تمام مرفوع متصل حدیثیں قطعی طور پر صحیح ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین صحیح بخاری کی کسی حدیث کے بارے میں اسماء الرجال کی کتابیں نکال کر راویوں پر تعدیل وجرح کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ بخاری میں کسی حدیث کا آنا صرف رواۃ کے معیار پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ اس میں صحت کی دوسری صورتیں بھی ملحوظ رکھی جاتی ہیں۔ جیسے زیر بحث حدیث کے بارے میں یہ بات بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کے جملہ راوی بصری ہیں۔ جبکہ ابوبکرہؓ نے جب

---

[1] اعلام الموقعین جلد ۱ ص ۱۳۰ [2] اسے اصطلاح میں تَلَقِّیْ بِالْقُبُوْل کہتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث سنائی تو اس وقت حضرت عائشہ رضؓ بصرہ میں ہی موجود تھیں اور حضرت ابو بکرہؓ حضرت عائشہ رضؓ کے قتلِ عثمانؓ کے بارے میں موقف کے مؤید ہونے کے باوجود صرف اس حدیثؐ کی بنا پر جنگ جمل میں شریک نہ ہوتے۔

بخاریؒ کے وہ الفاظ جو جنگِ جمل کے پس منظر میں کتاب المغازی کے تحت امام بخاریؒ نے ابو بکرہؓ کی روایت میں نقل کئے ہیں وہ خصوصاً قابل غور ہیں۔

لَقَدْ نَفَعَنِیَ اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَا كِدْتُّ اَنْ اَلْحَقَ بِاَصْحٰبِ الْجَمَلِ فَاُقَاتِلَ مَعَهُمْ۔

یعنی" ابوبکرہؓ فرماتے ہیں مجھے یقیناً جنگِ جمل کے موقع پر جبکہ مَیں قریب تھا کہ حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھیوں میں شامل ہو کر لڑائی میں شرکت کروں اس کلام نے بڑا فائدہ دیا جو مَیں نے خود رسول اللہؐ سے سنا تھا"

پھر آپ نے مذکورہ حدیث بیان کی۔

حاصل یہ ہے کہ ابوبکرہؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کی مخالفت کے لئے نہیں بلکہ وہ خود حضرت عائشہ رضؓ کے موقف میں ان کے ساتھ شامل ہو کر لڑنے کے لئے آمادہ تھے، کہ اس حدیثِ رسولؐ کی وجہ سے وہ رُک گئے۔

لہٰذا یہ حضرت ابوبکرہؓ پر بہت بڑی تہمت ہے کہ اُنھوں نے حضرت عائشہؓ کی مخالفت کے لئے یہ حدیث گھڑی تھی۔ نیز اگر صرف مخالفت ہی پیشِ نظر ہو تو ابوبکرہ رضؓ کو کیا ضرورت تھی کہ وہ نہ صرف خالص الفاظِ حدیث " لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمُ امْرَاَةً " بیان کرتے۔ بلکہ اُنھوں نے تو یہ بھی فرمایا کہ یہ الفاظ انھوں نے خود رسول اللہؐ سے اُس وقت سُنے جب اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حاکم بنا لیا۔

درحقیقت منکرینِ حدیث جہاں فنِ حدیث سے ناواقف ہیں وہاں وہ احادیث کو سمجھنے سے بھی عاری ہیں۔ اِس کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضؓ سے مروی ایک دُوسری حدیث سے وہ یہ استنباط دکھاتے ہیں کہ حضرت ابوبکرہ رضؓ جنگِ جمل کے سب شرکاء کو جہنمی قرار دیتے تھے۔ حالانکہ حضرت ابوبکرہؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اِذَا تَوَاجَہَ الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفَیْہِمَا فَکِلَاھُمَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ۔ الحدیث۔ جو حدیث بیان کی ہے اس سے قطعاً یہ ابوبکرہؓ کا فتوٰی نہیں بنتا کہ جنگِ جمل کے جملہ شرکاء جہنمی تھے۔ کسی موقع پہ نصیحت کے لئے کوئی بات کرنے کا اگر یہی مفہوم لے لیا جائے تو قرآن وسنّت میں جتنی عمومی باتیں انبیاء صحابہ کے سامنے پیش آمدہ واقعات کے بارے میں بطور نصیحت کہتے تھے۔ وہ سب کے سب اِن پہ فتوٰی بن جائیں گے۔ حالانکہ فقہاء نے استنباط کے اصولوں میں یہ صراحت کی ہے کہ عمومی بات سے کسی خاص چیز کا اعتراف ثابت نہیں ہوتا۔ جیسے کوئی شخص استغفار پڑھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مجرم ہے اسی طرح جو شخص آیت کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ کا ورد کرے، اس سے یہ الزام ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ ظالم ہے۔ اس طرح کی احادیث کا اصل تعلق روزِ قیامت کے حساب وکتاب سے ہوتا ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ دلوں کا بھی حساب وکتاب فرمائیں گے۔ لہٰذا اگر یہ ثابت ہوا کہ کسی شخص نے اپنے دفاع کا قصد کئے بغیر یا دوسرے کو کسی متعلقہ جرم کے بغیر قتل کیا ہوگا تو اُس کو جہنّم میں داخل کیا جائے گا۔ کیونکہ مسلمان کا قتلِ عمد جہنّم میں لے جانے والی چیز ہے۔ لیکن دُنیا میں چونکہ دِلوں کا فیصلہ نہیں کیا جاتا اس لئے دُنیا میں ایسی نصیحت کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی لڑائی کے شرکاء کہیں قتلِ عمد کے جُرم کے مُرتکب نہ ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ جب مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے ہوں گے تو یہ امکان بڑھ جاتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں کو جہنّمی ہونے کی وعید سنائی۔ اِسی حدیث میں حضرت ابوبکرہؓ سے سوال بھی کیا گیا کہ قاتل کا جہنّمی ہونا تو سمجھ میں آتا ہے، مقتول کیسے جہنّمی ہو سکتا ہے؟ تو ابوبکرہ رضؓ نے جواب دیا کہ وہ بھی اپنے مقابل کے قتل کے لئے کوشاں تھا۔

لہٰذا حدیثِ ہٰذا کا مقصد مسلمانوں کو آپس کے قتلِ عمد سے بچانا ہے، جو قرآن مجید کی اس آیت کا مفہوم ہے:

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا یعنی "جو شخص مومن کا قتلِ عمد کرے گا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ الآیۃ بدلہ جہنم ہے؟

ابوبکرہؓ اس بات کا فتویٰ کبھی نہیں دے سکتے کہ جملہ شرکاء جنگِ جمل جہنمی ہیں۔ جبکہ اسی جنگِ جمل میں حضرت علیؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ جیسے وہ حضرات بھی موجود تھے جن کو دُنیا میں جنت کی بشارت دی گئی یعنی وہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔

بہرصورت منکرینِ حدیث کو کسی اصول کی پرواہ تو ہوتی نہیں۔ ان کا مقصد صِرف اُن عوام کو دھوکا دینا ہوتا ہے جو فنِ حدیث اور اصول اجتہاد سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ بے پرکیاں اڑانا ہی اُن کی کامیابی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اُن کے سامنے کوئی علمی شخصیت ہو اس پر اعتراض تمام علمی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر جہالت کی بنیاد پر کرنے سے نہیں چوکتے۔ ظاہر ہے کہ جن کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی کوئی اہمیت نہیں۔ مفتیٔ اعظم کے سرکاری فتویٰ کی وہ کیا پرواہ کرتے ہیں:

ہم اللہ سے اُن کی ہدایت اور اُمتِ مسلمہ کے لئے اُن کے شر سے پناہ کی دُعاء ہی کر سکتے ہیں۔

قارئین کرام متوجہ ہوں

جن خریدارانِ محدث کو زرِ سالانہ ختم ہونے کی اطلاع ماہ دسمبر ۸۹ء اور جنوری ۱۹۹۰ء کے پرچوں کے ساتھ مل چکی ہے وہ برائے مہربانی اپنا زرِ سالانہ جلد از جلد بذریعہ منی آرڈر بھیج کر تعاون فرمادیں۔ تاکہ وی۔پی کی صورت میں اُن کو مزید -/۸ روپے ادا نہ کرنے پڑیں۔

مینجر محدث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ